(۸۴)

سُورۂ انشقاق

مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور اس میں (۲۵) آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط اس سورت شریفہ کو سورۂ انشقت بھی کہتے ہیں۔ اس بنا پر کہ اس کی پہلی آیہ کریمہ اسی کلمہ پر ختم ہوئی ہے۔ ماقبل سورت سے اس کا ربط و مناسبت اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے کہ ان تینوں سورتوں کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ تاہم یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اذا السماء انفطرت میں کراماً کاتبین کا بیان فرمایا گیا تھا۔ اور ویل للمطففین میں ان کے لکھے ہوئے دفاتر کے پتے اور محل وقوع کی نشان دہی فرمائی گئی تھی کہ فجار کے اعمال نامے سجین میں اور ابرار کے نامہ ہائے اعمال علیین میں ہیں اور اس سورت شریفہ میں بروز قیامت ان تمام اعمال ناموں کے کھولے جانے کا بیان آرہا ہے۔ اب وجہ مناسبت ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ 84-1 84-2
مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ 84-3 84-4

جب آسمان پھٹ جائے' اور سن لے حکم اپنے پروردگار کا' اور وہ (آسمان) اسی 84-5
لائق ہے' اور جب زمین پھیلا دی جائے اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی
ہو جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ (زمین) اسی لائق ہے''

قربِ قیامت کے آثارِ علوی

یعنی جب قیامت قریب ہوگی تو اللہ سبحانہ کا حکم آسمان کے نام ہوگا کہ وہ پھٹ جائے تو ایک ایک آسمان شق ہوتا جائیگا حضور سلطان الاولیاء حضرت سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں:۔ تنشق السمآء من المجرّۃ۔ (ابن ابی حاتم) ایک ایک آسمان مجرہ کے پاس سے پھٹتا جائیگا'' مجرّہ آسمان کا دروازہ ہے سفید رنگ کا۔ در اصل یہ چند ستاروں کا مجموعہ ہے جو دور ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتے صرف ان کی روشنی نظر آتی ہے۔ فارسی میں اس کو کہکشاں کہتے ہیں۔ جب آسمان بنا تھا تو اس کو یہیں سے جوڑ دیا گیا تھا۔ اب چونکہ اس کی ضرورت نہیں رہی لہذا اس کو اسی مقام سے کھول دیا جائیگا۔ گویا ایک سیون تھا جو ادھیڑ دیا گیا۔ بہر حال جب آسمان کو پھٹ جانے کا حکم الٰہی پہنچیگا تو وہ فوراً مجرّہ کے پاس سے جہاں سے اس کو جوڑا گیا تھا پھٹ جائیگا

اور کیوں نہ پھٹ جاتا اس کو تو حکم الٰہی پہنچا تھا۔ اور آسمان اگرچہ اللہ سبحانہ کی بہت بڑی مخلوق ہے جو سارے عالم کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اپنے پروردگار کے حکم کے آگے جھک جائے گا۔ اور وہ کیوں نہ جھکتا اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ اللہ سبحانہ کے ہر حکم کے آگے جھک جائے۔ آسمانوں کے پھٹ جانے کے بعد تمام ملائکہ جو سماوات میں رہتے تھے حکم الٰہی سے زمین پر اتر آئیں گے۔

قرب قیامت کے آثار سفلی

اسی طرح زمین کو حکم ہوگا کہ وہ پھیل جائے۔ تو اس کے تمام نشیب و فراز یکساں سطح ہو جائیں گے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ حالت کے مقابلہ میں بہت کچھ طویل و عریض ہو جائے گی اور اس میں اتنی گنجایش پیدا ہوگی کہ از آدم تا ایں دم جتنے انسان، حیوانات وغیرہ اس میں مدفون ہیں وہ سب کے سب سطح زمین پر آسکیں گے۔ حضرت جابرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ۔تمدّ الارض یوم القیامۃ مدّ الادیم ثمّ لا یکون لابن آدم منھا الّا موضع قدمیہ (حاکم) قیامت کے دن زمین دراز کر دی جائیگی جیسے جلد یا ربڑ کو کھینچکر پھیلا دیا جاتا ہے۔ با ایں ہمہ اولاد آدم کو اپنے دونوں پاؤں (رکھ کر کھڑے ہونے) سے بڑھ کر جگہ نہ مل سکیگی"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں: ۔ اذا کان یوم القیامۃ مدت الارض

مدّ الادیم وحشر اللہ الخلائق الانس والجن والدواب والوحوش
فاذا کان ذلک الیوم جعل اللہ القصاص بین الدواب حتی یقتص
للشاۃ الجمّاء من القرناء تنطحہا فاذا فرغ اللہ من القصاص بین
الدواب قال لھا کونی ترابا فیراھا الکافر فیقول یا لیتنی کنت ترابا۔
(حاکم) جب قیامت کا دن آئے گا تو زمین ربڑ کی طرح پھیلادی جائے گی اور اللہ
سبحانہ تمام مخلوقات کو (زندہ کرکے) اٹھائیگا۔ انس وجن، چوپائے اور وحشی جانور
سبھی (اٹھائے جائیں گے) اور جب یہ نوبت آن پہنچیگی تو چوپایوں میں تک قصاص
اور بدلہ لیا جائے گا۔ تا آنکہ بے سینگ کی بکری سینگ والی سے اس کے سینگ مارنے کا
بدلہ لیگی۔ پھر جب اللہ سبحانہ جانوروں کے باہمی سلوک کے بدلے سے فارغ ہوگا تو
تمام جانوروں کو حکم ہوگا کہ تم سب مٹی ہو جاؤ (چنانچہ سب جانور اس دن مٹی
ہو جائیں گے۔ پھر کفار جب یہ حالت دیکھ لینگے تو اپنے میں آپ کہیں گے کہ اے کاش!
ہم بھی سب مٹی ہو جاتے۔" یعنی حساب و عذاب سے بچ جاتے۔

حضورؐ سب سے پہلے مبعوث ہوں گے

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم شافع روز محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ انا اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ فاجلس جالسا فی قابری وان الارض تحرکت بی فقلت لھا مالک فقالت ان ربی امرنی ان القی ما فی جوفی وان اتخلی فاکون کما کنت اذ لا شیئ فیّ فذلک قولہ والقت ما فیھا وتخلت۔ (ابو القاسم ختلی) میں پہلا شخص ہوں گا جس کے پاس سے قیامت کے دن زمین شق ہوگی۔ ابھی میں اپنی قبر میں بیٹھا ہوا ہی رہوں گا کہ زمین مجھے حرکت میں لائیگی۔ میں اس سے کہوں گا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے؟ وہ کہیگی کہ میرے رب کا مجھے حکم ہوا ہے کہ میرے اندر جو کچھ ہے اُگل دوں' اور تمام اندرونی چیزوں سے یکسر خالی ہوجاؤں۔ پس میں اپنی سابقہ حالت پر آجاؤں گی جب کہ مجھ میں کچھ بھی نہ تھا۔ ارشاد باری تعالی وَالقَتْ مَا فِیھَا وَتَخَلَّتْ کا یہی مطلب ہے۔" حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:۔ اخرجت اثقالھا وما فیھا من الکنوز والناس۔ (عبدالرزاق عبد بن حمید) زمین اپنے اندر کی تمام ثقیل چیزیں اور اس میں جو کچھ خزانے' دفینے' معادن اور انسان وغیرہ دفن ہیں وہ سب کچھ اُگل دیگی۔"

آسمان و زمین کی اطاعت میں ایک سبق

وَاَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ۔

اور زمین اپنے پروردگار کے حکم پر کان دھرے گی یعنی اس کا حکم مان لے گی اور اس کے مطابق عمل کرے گی۔ اور وہ اسی کے سزاوار اور اسی لائق ہے کہ اس کو جو بھی حکم دیا جائے اس پر عمل پیرا ہو۔" یہی ارشاد باری آسمان کی نسبت بھی ہوا ہے کہ وہ بھی اپنے پروردگار تعالیٰ کے حکم پر کان دھرتا، اس کو مانتا، اور اس پر عمل پیرا ہوگا۔ اور آسمان بھی اسی لائق ہے۔ اس ارشاد باری سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ آسمان جو تمام مخلوقات کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اور زمین جس میں ایسے معادن اور دفائن ہیں اور جس سے آدم خاکی وجود میں آیا وہ تو پروردگار عالم کے ہر حکم کے آگے جھکا ہوا اور بے چون وچرا اس کو مانتا اور عمل کرتا ہے اور یہی اس کے لئے سزاوار بھی ہے تو انسان جو آسمان کی طرح بلند و بالا نہیں اور زمین کی طرح ایسے بے شمار خزائن، دفائن، معادن کا حامل نہیں اس کے لئے یہ کیونکر سزاوار ہو سکتا ہے کہ احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے پہلو تہی کرے اور ان کو ماننے سے سرتابی کرے درحالیکہ وہ اسی اطاعت گزار زمین کی مٹھی بھر خاک سے بنا ہے۔ العجب ثم العجب۔

84-6 يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۚ (۲۷۳۲)

اے انسان! بے شک تجھ کو دوڑ دھوپ کرنی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں لگا تار، پھر اس سے ملنا ہے۔"

انّک کادح کی تفسیر ظاہر ہے کہ انسان کی تخلیق بے فائدہ اور عبث تو نہیں ہوئی ہم دنیا میں آئے ہیں تو عمر بھر کچھ نہ کچھ کرنا ضرور ہے۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زندے اور مردے میں کیا فرق ہے؟ اس نے جواب دیا صرف عمل اور کام کا۔ یعنی زندہ کچھ نہ کچھ کام کرتا رہتا ہے اور مردہ کچھ نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں زندہ رہ کر بھی کچھ نہیں کرتے وہ حقیقت میں مردہ ہیں۔ قرآن کریم میں بھی ایسے لوگوں کو اصحاب القبور کہا گیا ہے۔ بہرحال انسان جب تک دنیا میں ہے وہ لگاتار کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ اور روزمرہ کا مشاہدہ ہے لیکن کام کام میں فرق ہے۔ کوئی کام ایسا ہوتا ہے کہ اس کی منفعت دو روزہ دنیا تک محدود ہے، آخرت میں اس سے کوئی نفع نہیں۔ بہتیرے انسان اسی قسم کے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کے عمل کا نفع دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ یا کم از کم آخرت ہی میں اس کا نفع ظاہر ہوگا اگرچہ دنیا میں اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچے۔ قرآن کریم کی تعلیمات اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات، دار آخرت کی جانب توجہ دلانے پر ہی مرکوز رہتی ہیں۔ اگر اس ضمن میں نفع دنیوی بھی تبعاً حاصل ہو تو نور علیٰ نور، اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ آخرت کو کسی حال فراموش نہ کرنا اور اس کو پس پشت نہ ڈالنا چاہیے۔

انسان سے خطاب ارشاد ہو رہا ہے:۔ یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۔ اے انسان! بے شک تجھکو دوڑ دھوپ کرنی ہے اپنے رب تک پہنچنے میں پھر اس سے ملنا ہے" حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں:۔ المراد به الاسود بن ھلال المخزومی جادل اخاہ ابا سلمة فی امر البعث فقال ابو سلمة ای والذی خلقك لتركبن بالطبقة ولتوافين العقبة فقال الاسود فاین الارض والسماء وما حال الناس ۔ اس آیہ کریمہ میں یا ایھا الانسان سے اسود بن ہلال مخزومی مراد ہے جس نے اپنے بھائی

عه الکدح السعی والعناء قال انك کادح الی ربك کدحا وقد یستعمل استعمال الکدم فی الاسنان قال الخلیل الکدح دون الکدم ۔ (مفردات) جد وجہد کرنے اور اس میں رنج اٹھانے کو کدح کہتے ہیں ۔ ارشاد باری انك کادح الی ربك کدحا سے یہی مراد ہے یعنی اے انسان! تجھے اپنے رب تک پہنچنے میں بڑی جد وجہد کرنی ہے" اور کبھی یہ لفظ کدم کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی دانت سے پکڑنا خلیل نے کہا کہ کدح کا درجہ کدم کے مقابلہ میں کم ہے"

الکدح السعی فی العمل للآخرة او للدنیا ۔ (مجمع البحار) عملی جد وجہد کو کدح کہتے ہیں خواہ اس کا تعلق عمل آخرت سے ہو یا عمل دنیا سے"

ابو سلمہؓ سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے مسئلہ میں بحث کی تھی۔ ابو سلمہؓ نے اپنے بھائی سے دوران بحث میں کہا تھا قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے پیدا کیا تو ضرور ایک ایک درجہ طے کرتا جائیگا اور بالضرور تجھے ایک گھاٹی سے سابقہ پڑیگا۔ (یعنی مرنے کے بعد قبر سوال منکر و نکیر اور جملہ احوال برزخ یکے بعد دیگر طے کر کے اپنے مستقر پر پہنچا ہو گا) تو اس کے جواب میں اسود نے کہا تھا کہ اگر ایسا شدنی ہے تو پھر یہ زمین و آسمان کہاں ہوں گے اور لوگوں کا اس وقت کیا حال ہو گا؟ تو اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ اے انسان! تجھے اپنے پروردگار کے ہاں پہنچنے تک دوڑ دھوپ کرنی ہے پھر اس سے ملنا ہے۔ ابو سلمہؓ کا قول درست ہے۔

شان نزول | وقیل المراد ابی بن خلف کان یکدح فی طلب الدنیا وایذاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والاصرار علی الکفر۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں "الانسان" سے اُبی بن خلف مشہور کافر مراد ہے جو دنیا طلبی کی تگ و دو میں لگا ہوا تھا اور حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ایذا پہنچانے کے درپے رہا کرتا اور کفر پر اڑا ہوا تھا۔ ممکن ہے واقعہ یہی ہو۔ لیکن انسب و اولیٰ یہ ہے کہ "الانسان" سے نوع بشر مراد لی جائے۔ اور اس کو خطاب عام قرار دیا جائے۔

دوسری تفسیر | اسی طرح فملاقیہ میں ضمیر "ہ" کا مرجع بعض نے "ربك" کو

قرار دیا ہے اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ اے انسان! تجھے ایک دن اپنے پروردگار سے ملنا اور اس کو منہ دکھانا ہے۔ لہٰذا کام وہی کر جس میں پروردگار عالم کی رضا و خوشنودی ہو اور وہ تجھ سے اس دن خوش رہے۔ دنیا میں وہ کام نہ کر جس سے پروردگار عالم ناراض ہو تاکہ تجھے قیامت میں شرمسار نہ ہونا پڑے" اور بعض مفسرین نے ضمیر "ہ" کا مرجع "کُدْحاً" کو قرار دیا ہے اس صورت میں معنی یوں ہوں گے کہ اے انسان! دنیا میں تو جو کچھ کر رہا ہے وہی عمل آخرت میں تیرے سامنے آئیگا۔ اگر اچھا کام کریگا تو اس کی جزا بھی اچھی ملیگی اور جو برا کام کریگا تو اس کی سزا بھگتنی پڑیگی۔ یہ ہر دو معنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

84-7 فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا
84-8
84-9 یَّسِیْرًا ۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ پھر وہ جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں، تو عنقریب اس سے حساب لیا جائیگا آسان حساب اور وہ لوٹ آئیگا اپنے لوگوں کے پاس خوش ہو کر"

حساب یسیر کے لئے حضورؐ کی دُعا

ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی بعض صلاتہ اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا فلمّا انصرف قلت

یا رسول اللہ ما الحساب الیسیر قال ان ینظر فی کتابہ فیتجاوز لہ عنہ انہ من نوقش الحساب ھلك (امام احمدؒ ابن جریرؒ حاکم بروایت صحیحہ ابن مردویہؒ) میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نماز میں یہ کہتے ہوئے سنا:۔ اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا۔ اے اللہ میرا حساب آسان حساب لیجئے" جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا۔ اے خدا کے پیارے رسول! حساب یسیر یعنی آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نامہ اعمال کو دیکھ کر درگزر سے کام لے۔ کیونکہ جس کے حساب میں پوچھ گچھ شروع ہوئی تو پھر وہ تباہ ہوا۔"

محاسبہ ہو تو کوئی بچ نہیں سکتا

نیز حضرت ام المومنینؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ لیس احد یحاسب الّا ھلك فقلت الیس اللہ یقول فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا قال لیس ذٰلك بالحساب ولکن ذلك العرض ومن نوقش الحساب ھلك (امام احمدؒ عبد بن حمیدؒ بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ ابن منذرؒ ابن مردویہ) کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس سے محاسبہ کیا جائے مگر وہ برباد ہو جاتا ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا۔ کیا اللہ سبحانہ نے ارشاد نہیں فرمایا:۔ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ جس کسی کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس کا محاسبہ آسان

ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا یہ محاسبہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو صرف دربارِ الٰہی میں حساب پیش ہونا ہے۔ (پیش ہونا اور ہے اور محاسبہ کیا جانا اور ہے) حسابِ یسیر یہ ہے کہ اعمال نامہ پیش کردیا جائے اور اس کو سرسری طور پر دیکھ کر برارت دیدی جائے، رہا وہ جس کے حساب میں مناقشہ درپیش ہو تو پھر اس کی تباہی مقرر ہے" یعنی وہ کون ہے جو محاسبہ میں پورا اترے۔ بجز اس کے کہ فضلِ باری اور رحمتِ الٰہی دستگیر ہو۔

محاسبہ سے بچنے کی تدبیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مرفوع حدیث میں فرماتے ہیں:۔ ثلاث من كنّ فيه حاسبه الله حسابا يسيرا وادخله الجنّة برحمته تعطي من حرمك وتعفو عمّن ظلمك وتصل من قطعك۔

(بزار، طبرانی، حاکم) تین اوصاف ہیں جس میں یہ جمع ہوں، اللہ سبحانہ اس سے معمولی اور آسان حساب لیگا اور اپنی رحمت سے اس کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ ایک یہ کہ جس نے تم کو محروم رکھا ہو تم اس کو دیتے رہو۔ اور دوسرا یہ کہ جس نے تم پر ظلم کیا ہو تم اس سے درگزر کیے جاؤ۔ اور تیسرا وصف یہ کہ جس نے تم سے قطع تعلق کیا ہو تم اسکے ساتھ صلۂ رحمی کیا کرو" ظاہر ہے کہ یہ صفات جس میں جمع ہوں اس سے کیا محاسبہ کیا جائیگا؟ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین۔

اھلہ کی تفسیر وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا۔ اور وہ لوٹ آئیگا اپنے

لوگوں کے پاس خوش خوش۔" یعنی جنت میں داخل ہوگا جہاں اس نوع کی دوسری بزرگ ہستیاں موجود رہینگی۔ چنانچہ حضرت مجاہدؒ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ الی اھل لہ فی الجنۃ۔ (ابن المنذر) یعنی جنت میں جہاں اس کے ہم مشرب لوگ ہونگے لوٹ آئے گا۔ یہ تفسیر انما المومنون اخوۃ کے مدنظر ہے کہ تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:۔ الی خاصتہ ومن اعدّہ اللہ لہ فی الجنۃ من الحور والغلمان (ابن المنذر) وہ خاص اپنے گھر کے لوگوں کی طرف لوٹ آئیگا جو جنت میں ہوں گے۔ نیز حور و غلمان کی طرف جو اس کی خدمت کے لئے اللہ سبحانہ نے جنت میں مہیا فرمادئے ہیں۔" ہر دو تفسیریں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دینے کی وجہ

نامۂ اعمال اہل ایمان کو داہنے ہاتھ میں اسلئے دیا جائے گا کہ انھوں نے اللہ سبحانہ کی کتاب کو پوری قوت کے ساتھ لیا تھا۔ پھر اس کو عمر بھر پڑھتے۔ اس کے احکام کو مانتے اور اس پر عمل کرتے رہے۔ داہنے ہاتھ کو یمین کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں قوت کے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بیان میں آیا ہے:۔ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ۔ اے یحییٰ! اللہ کی کتاب (تورات شریف) کو پوری قوت کے ساتھ لو۔" اس سے مراد یہی تھی کہ داہنے ہاتھ میں لیں جو قوی ہاتھ ہے ادب بھی اسی میں ہے اور اس کو پڑھیں۔ اس کے معانی و مطالب پر

غور کریں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں پھر دوسروں تک اس کو پہنچائیں۔ اہل ایمان کا طریق بھی یہی تھا۔ اسی بنا پر آج جبکہ تمام اعمال کی جزا کا وقت آچکا ہے اہل ایمان کو یہ امتیاز دیا جا رہا ہے کہ ان کے نامہ ہائے اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں ہیں جنکی قوت اُلٹے ہاتھ کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی ہے۔ عموماً لوگوں کا یہی حال ہے۔

84-10 84-11 وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ

84-12 84-13 وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ

84-14 84-15 يَّحُوْرَ ۛ بَلٰٓى ڔ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝ اور رہا وہ جس کو دیا گیا اس کا

عہ الحور التردد امّا بالذات وامّا بالفکر وقوله عزّ وجلّ انّه ظنّ ان لن یحوری لن یبعث وحار الماء فی الغدیر تردّد فیه وحار فی امرہ تحیر ومنه المحور للعود الذی تجری علیه البکرۃ لتردّدہ۔ (مفردات) تردد اور چکر کھائے جانے کو حور کہتے ہیں خواہ بالذات ہو جیسے آمد و رفت یا تفکر کے ذریعہ جیسے سوچ میں پڑ جانا۔ اور ارشاد باری انّه ظنّ ان لن یحور کے معنی یہ ہیں کہ کافر کا خیال یہ تھا کہ وہ مرنے کے بعد کبھی نہیں اٹھایا جائیگا۔ یعنی ایک وقت گیا تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیگا۔ اور محاورہ عرب حار الماء فی الغدیر کے معنی یہ ہیں کہ تالاب میں پانی چکر کھانے لگا۔ اور حار فی امرہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے کام میں حیران رہ گیا۔ مِحوَر بھی اسی سے بنا ہے۔ محور اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر چرخ گردش کرتا اور چکر کھاتا رہتا ہے۔

اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے سے، تو وہ پکارتا رہیگا موت موت، اور پڑیگا دہکتی آگ میں، یقیناً وہ تھا اپنے لوگوں میں خوش خوش، اس کو یقین کامل تھا کہ وہ کبھی لوٹ کر نہ آئیگا، کیوں نہیں؛ اس کو اس کا رب دیکھتا تھا"

اعمال نامہ پیٹ پیچھے سے دینے کی وجہ

اعمال نامہ جو کفار کو پیٹھ پیچھے سے دیا جائیگا۔ مفسرین کرام نے اس کی تین صورتیں تبلائی ہیں۔

ایک یہ کہ اسکے بائیں ہاتھ کو پیٹھ کی طرف موڑ دیا جائے گا اور اس میں نامہ اعمال دیا جائیگا۔ دوسری صورت یہ کہ قیامت میں جب کفار اٹھائے جائیں گے تو ان کا بایاں ہاتھ پیٹھ کی طرف لگا ہوگا۔ تیسری یہ کہ کفار کے بائیں ہاتھ کو ان کے سینے میں سے پار کرکے باہر نکالا جائیگا اور اس میں نامہ اعمال ہوگا۔ یہ آخری صورت سب سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ تینوں صورتیں وقوع پذیر ہوں۔ کیونکہ کفار کا کفر بھی اقسام کا ہے۔ کوئی کافر۔ کوئی اس سے زیادہ سخت اور کوئی کٹر کافر، لہذا اسکی سزا بھی اسی مناسبت سے ہوگی۔ اور ایسا اس لئے ہوگا کہ اللہ سبحانہ کی کتاب کو ان لوگوں نے پس پشت ڈال دیا تھا۔ جب پس پشت ڈال دیا تو ان کا منہ اس قابل نہ رہا کہ اللہ سبحانہ ان کو دیکھے اور ان پر نظر رحمت فرمائے اس لئے ان کو اسی حالت میں اٹھایا گیا۔

یدعوا ثبورا کی تفسیر | بہرحال جب کفار کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیدیا گیا تو ان کی نسبت ارشاد ہو رہا ہے:۔ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا۔ وہ پکارنے لگیگا وا ثبوراہ وا ثبوراہ۔ موت موت، کیا ہی ہلاکت ہے اور کیا ہی بربادی۔ مگر اب ایسا شور کرنے اور ہنگامہ مچانے اور واویلا کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ اس تباہی اور بربادی سے بچنے کا جو وقت تھا وہ گزر چکا۔ اب موت کہاں؟ موت کو دنبے کی شکل میں لاکر ذبح کر دیا جائیگا۔ اور اعلان ہوگا۔ اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون و اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ جنت والے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور دوزخ والے، دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔" موت سے نہ اصحاب جنت کو سابقہ رہیگا۔ اور نہ اصحاب نار کو اس سے کوئی واسطہ ہوگا۔ بلکہ دوزخیوں کے اس واویلا کا جواب دیا جائیگا:۔ لا تدعوا الیوم ثبورا واحدا وادعوا ثبورا کثیرا۔ آج ایک تباہی و بربادی کو کیا دعوت دے رہے ہو بہت ساری تباہیوں اور بربادیوں کو مدعو کرو۔ مگر سب بے نتیجہ ہے۔

یصلی سعیرا کی تفسیر | وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًا۔ ایک ایک کافر دہکتی ہوئی آگ میں جا گریگا۔" ایسی آگ میں کہ پھر کبھی وہاں سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ کفار وہاں سے نکلنا چاہیں گے۔ کلما ارادوا ان یخرجوا منہا اعیدوا فیہا جب کبھی وہاں سے

نکل بھاگنا چاہیں توان کو پھر اُسی میں لوٹا دیا جائیگا۔" اور جب کبھی وہ جل کر خاکستر ہونے کی نوبت آئے گی تو پھر ان کو نیا وجود دیا جائیگا۔ کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلوداً غیرھا لیذوقوا العذاب۔ ان کی جلد جب جل کر گل جائیگی تو ہم اس کی جگہ دوسری نئی جلد چڑھا دیتے جائیں گے تاکہ عذاب النار کا ذائقہ ہمیشہ ہمیشہ چکھتے رہیں۔"

دنیا کی شادمانی آخرت کی پریشانی

ایسی سزا کیوں؟ اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا۔ اس لئے کہ وہ جب تک دنیا میں تھا اپنے گھر میں، اپنے اہل وعیال، بی بی بچوں کے ساتھ اپنی کافرانہ زندگی پر نازاں وفرحاں تھا ؎

نماز کس کی، کہاں کا روزہ، ابھی تو شغل شراب میں ہوں ــــ رات دن یہی اس کا نعرہ تھا اور اسی خوش خیالی میں اس کا لڑکپن، جوانی، بڑھاپا گزر رہا تھا۔ اس اثنا میں اس کو لاکھ سمجھایا جاتا، منایا جاتا، ڈرایا جاتا، دھمکایا جاتا، مگر وہ تھا کہ کسی حال اس گمراہی سے نکلنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔

لن یحور کی تفسیر

اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ۔ یقیناً اس کا پندار یہی تھا کہ وہ جس ناز ونعم میں پل رہا ہے اور جیسی خوش عیش زندگی اس کی بسر ہو رہی ہے کبھی اس میں سرموفرق نہ آنے پائیگا۔" آخرت پر اس کو ایمان ہی نہ تھا۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاکر اٹھائے جانے کا اس کو کب یقین تھا۔ دوزخ وجنت اور حساب وکتاب

ثواب و عذاب کا وہ کب قائل تھا۔ بلکہ وہ تو موت کو بھی بھولا ہوا تھا۔ بھلا ایسے
شخص سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ اس سے کوئی ایسا کام بھی ہوگا جو آخرت میں فائدہ مند ہو۔
وہ تو آخرت کا نام سُن کر اس کا مذاق اڑاتا، تمسخر کرتا، اور ایسی باتوں پر ہنستا تھا۔ اور
صاف طور پر کہہ دیا کرتا کہ ایسی تمام باتیں جھوٹ اور غلط ہیں۔ میں ان کو ایک لمحہ
کے لئے بھی ماننے کو تیار نہیں۔ نعوذ باللہ۔

کان بہ بصیرا کی تفسیر اللہ سبحانہ کا ارشاد ہو رہا ہے: ۔ بَلٰٓی اِنَّ رَبَّهٗ
كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا۔ (وہ تو یہ سب کچھ من مانے کام کر رہا اور جو جی میں آئے کہہ رہا
تھا کافر کی نظر نعمتوں پر تھی منعم حقیقی سے اندھا بنا ہوا تھا مگر واقعہ نفس الامری ایسا
نہ تھا۔ اللہ سبحانہ خود کافر کو اور اس کی ایک ایک حرکت کو خواہ وہ ہاتھ پاؤں سے
سرزد ہو یا زبان سے، یا گردش چشم یا کسی اشارے سے، ہر ایک کو خوب دیکھ رہا تھا"
ان حالات میں کوئی اپنے اعمال کی جزا سے کس طرح چھوٹ سکتا ہے؟ فمن یعمل
مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ پس جس کسی نے
ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اس کو بھی دیکھ لیگا اور جس کسی نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی اسکو بھی
دیکھ لے گا"

4-16
4-17
4-18 16. فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ 17. وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ

عـلہ الشفق اختلاط ضوء النہار بسواد اللیل عند غروب الشمس قال

4-19

إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ پس قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات

کی، اور اس کی جسے وہ جمع کر لیتی ہے، اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے، البتہ تم پہنچتے

جاؤ گے درجہ بدرجہ۔"

(بقیہ حاشیہ ۱ صفحہ گزشتہ)

فلا اقسم بالشفق، والاشفاق عناية مختلطة بخوف لان المشفق يحب المشفق

عليه ويخاف ما يلحقه فاذا عدی بمن فمعنى الخوف فيه اظهر قال وهم من الساعة

مشفقون واذا عدی بفي فمعنى العناية فيه اظهر قال انا كنا قبل في اهلنا

مشفقين۔ (مفردات) دن کی روشنی رات کی سیاہی کے ساتھ آفتاب غروب ہونے کے وقت

جو مل جاتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: "پس میں گواہ رکھتا ہوں شفق کو۔" (جو

دن کی روشنی رات کی سیاہی کے ساتھ ملنے کا وقت ہے۔) اور جو عنایت اور توجہ خوف کے ساتھ

ملی ہوئی ہو اس کو اشفاق کہتے ہیں۔ کیوں کہ مشفق دوست رکھتا ہے مشفق علیہ کو (تو اس کو کوئی

گزند پہنچنے کے اندیشے سے اس پر عنایت اور توجہ کرتا ہے۔) پھر لفظ اشفاق (جو فعل لازم ہے)

اگر "من" کے ذریعہ متعدی کیا جائے تو اس میں خوف کے معنی ظاہر تر ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری

وهم من الساعة مشفقون کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ قیامت کے آ جانے سے ڈرتے ہوں گے۔"

اور جب اشفاق کو حرف جار "فی" سے متعدی بنایا جائے تو اس میں عنایت کے معنی ظاہر تر ہوں گے

طلوع وغروب آفتاب کے احوال | یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ وقت غروب آفتاب روشنی گھٹ جاتی ہے اور آسمان کے کنارے سرخ و سیاہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں پھر تھوڑی دیر بعد سرخی پھیکی پڑتی ہے یہاں تک کہ سرخی دفع ہو کر افق مغرب پر

(بقیہ حاشیہ ۱ صفحہ گزشتہ)

جیسا کہ ارشاد باری ہے: ـ انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین۔ ہم پیشتر ہی سے اپنے لوگوں پر ترس کھاتے تھے۔

۲ الوسق جمع المتفرق یقال وسقت الشئ اذا جمعته وسمی قدر معلوم من الحمل وسقا وقیل ھو ستون صاعا وقولہ واللیل وما وسق قیل وما جمع من الظلام وقیل عبارۃ عن طوارق اللیل .... والاتساق الاجتماع والاطراد قال اللہ تعالی والقمر اذا اتسق۔ (مفردات) متفرق چیزوں کے جمع کرنے کو وسق کہتے ہیں۔ محاورہ ہے وسقت الشئ ایسا اس وقت کہتے ہیں جبکہ متفرق چیز کو ایک جگہ جمع کیا جائے اور کسی بوجھ کی معین مقدار کو بھی وسق کہتے ہیں نیز ساٹھ صاع کا ایک وسق ہوتا ہے (جس کی مقدار تقریباً ایک ملیہ ہوتی ہے) ارشاد باری واللیل وما وسق کے معنی بعضوں نے یوں کئے کہ قسم ہے رات کی جو تاریکی کے ایک ایک حصہ کو جمع کرتی جاتی ہے۔ اور بعضوں نے یہ معنی بتلائے کہ رات کے حوادث کا جمع ہونا مراد ہے۔" اور جمع ہونے اور پوری طرح جمع ہو جانے کو اتساق کہتے ہیں ارشاد باری ہے۔ والقمر اذا اتسق قسم ہے چاند کی جبکہ وہ بڑھتے بڑھتے اور اس کا ایک ایک حصہ روشن ہو ہو کر بدر کامل بن جائے۔"

سپیدی باقی رہ جاتی ہے۔ پھر وہ سپیدی بھی آہستہ آہستہ کم ہو کر افق پر سیاہی چڑھ جاتی ہے۔ پھر سیاہی شب کا دورہ شروع ہوتا ہے تو اس کے بھی مدارج ہیں جو رات کے مختلف حصوں میں طے ہو کر صبح کاذب، پھر صبح صادق نمودار ہوتی اور اس کے بعد طلوع کا وقت آجاتا ہے۔

احوال طلوع و غروب کا فرق طلوع کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں اور یہ بھی غروب کی طرح ہوتے ہیں فرق صرف اسقدر ہوتا ہے کہ غروب کے وقت سرخی پہلے اور سپیدی بعد نمودار ہوتی ہے اور طلوع میں سپیدی صبح پہلے اور طلوع آفتاب کی سرخی بعد دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کو ہر کہ و مہ روزانہ دیکھتے رہتے ہیں اس میں زمان و مکان کی تخصیص نہیں ہے۔

شفق کے اقسام و احکام "شفق" کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔ الشفق الحمرۃ۔ (عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، عبد بن حمید، ابن مردویہ) "شفق" سے سرخی مراد ہے"۔ اسی بنا پر حضرت امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کرامؒ فرماتے ہیں کہ شفق سرخ جب تک موجود ہو نماز مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔ جہاں یہ غائب ہوگئی نماز عشا کا وقت شروع ہوگا۔ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں:۔ الشفق البیاض۔ (رازی جصاص) "شفق" سے سپیدی مراد ہے"۔

حضرت امام اعظمؒ نے اسی سے استدلال فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے شفق سرخ غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم نہ ہوگا بلکہ جب تک شفق سپید باقی رہیگی مغرب کا وقت بھی باقی رہیگا۔ البتہ جب سپیدی بھی غائب ہوجائے اور افق مغرب پر سیاہی چھاجائے تو عشا کا وقت شروع ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ غروب آفتاب کے بعد شفق سرخ اور شفق سپید دونوں غائب ہوجائیں تو عشا کا وقت آجائیگا۔ احتیاط اسی میں ہے کہ سرخی غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لیا کریں اور سپیدی غائب ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھا کریں تاکہ ہر دو نمازیں ایسے اوقات میں ادا ہوا کریں جن میں ائمہ کرامؒ کا اختلاف نہ رہے۔

شفق کی قسم کا مقصد شفق کی قسم کھانے اور اس کو گواہ بنانے میں اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح غروب، پھر شفق سرخ، پھر شفق سپید سے اوقات بدلتے ہیں، اسی طرح اوقات کے بدلنے سے حالات اور احکام بھی بدلتے رہتے ہیں۔ مومن کا فریضہ ہے کہ وہ وقت کو پہچانے اور بدلتے ہوئے حالات اور احکام کا لحاظ رکھے۔ غفلت اور بے پرواہی میں نہ گزارے۔ ع۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ وقت کی قدر جانے۔

واللیل وما وسق کی تفسیر وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ، اور قسم ہے رات کی اور

ان تمام چیزوں کی جن کو رات جمع اور اکٹھا کرلاتی ہے "۔ یعنی رات کی تاریکی کے بھی مدارج ہیں جیسا جیسا وقت گزرتا جاتا ہے، رات کی تاریکی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ شدہ شدہ تاریکی اس درجہ ترقی کرتی ہے کہ اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا۔ جب انسان اپنا ہاتھ نکالے تو خود ہی اس کو نہ دیکھ سکے "۔ ایسے وقت لوگوں کے اعمال و احوال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ شریر لوگوں کو شرارت سوجھتی ہے تاکہ اس پر کسی کو اطلاع نہ ہوسکے اور یہ سب کچھ کرجائیں۔ لیکن اللہ سبحانہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ طاعات وعبادات میں لگے رہتے ہیں تاکہ ان کے اعمال ریاوسمعہ سے پاک رہیں۔ اور خالصاً لوجہ اللہ ہوں۔ ان کے اعمال کو کوئی نہ دیکھ سکے بجز خدائے سمیع وبصیر اور علیم وخبیر کے۔ جعلنا اللہ منہم آمین۔

والقمر اذا اتسق کی تفسیر وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ۔ اور قسم ہے چاند کی جبکہ وہ پورا ہو جائے "۔ یعنی روزانہ ایک ایک درجہ طے کرتا ہوا ہلال سے بدر کامل ہوجائے۔ مطلب یہ کہ عالم علوی پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ وہاں کے کاروبار اور ان کی رفتار ایک تدریجی طرز پر رکھی گئی ہے۔ مہینہ شروع ہوتا ہے تو اس کا آغاز ہلال سے ہوتا ہے جو بہت ہی باریک ہوتا ہے جس کو ضعیف البصر لوگ برابر دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اور تھوڑی سی دیر اپنی رعنائی کا جلوہ دکھا کر جلدی سے غائب ہوجاتا ہے۔ پھر یہی چاند تھوڑا تھوڑا بڑھتا اور

چاند رات کے مقابلے میں روزانہ چالیس دقیقے زیادہ ٹھہرتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں رات میں بدر کامل بن کر ساری رات روشنی دیتا رہتا ہے۔ دنیا میں وہ کون ہے جو چاند کی اس رفتار ترقی سے ناواقف ہو۔ بجز ان لوگوں کے جو بینائی کی نعمت ہی سے محروم ہوں۔ نابینا کا فریضہ بھی یہ ہونا چاہیئے کہ وہ بینا کے بیان پر اعتماد کرے اور اپنے کام کی بنیاد ان کے بیان پر رکھے۔ ورنہ دوسری نعمتوں سے بھی اس کو محروم رہنا پڑے گا جن کو یہ چاند اپنے ساتھ لا رہا ہے۔

طبقاً عن طبق کی تفسیر | لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۔ضرور تم پہنچتے جاؤ گے درجہ بدرجہ " اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مختلف امور میں درجات مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ شفق اور رات، اور چاند کی قسم کھا کر، اور ان کو گواہ ٹھہرا کر ان کے ایک ایک درجہ کو طے کرنے کا بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہو رہا ہے کہ درجہ بدرجہ ترقی ان تین چیزوں پر ہی موقوف و منحصر نہیں ہے۔ اے بنی آدم! تم بھی اسی طرح ایک ایک درجہ طے کرتے آئے ہو اور یہی سلسلہ آئندہ بھی جاری رہیگا۔ یہ ایسا عام اور جامع بیان ہے کہ اس کو جس طرف لے جاؤ، ترقی مدارج کی حقیقت واضح ہوتی جاتی ہے۔

درجہ بدرجہ کی مثالیں | ابتدائے آفرینش پر غور کیجئے کہ ایک قطرۂ آب نے کیا کیا مدارج طے کئے۔ پانی سے خون، پھر بستہ خون، پھر گوشت کی بوٹی، پھر اس میں ہڈی کی

تولید، پھر اعضا تراشی، پھر نفخ روح، پھر جیتا جاگتا انسان بنا۔ پھر ولادت، پھر شیر خواری، پھر لڑکپن، پھر جوانی، پھر بڑھاپا، اور شیخ فانی، پھر رحلت، اسی طرح عالم برزخ سوال منکر ونکیر اور ان کے جوابات کی مناسبت سے نعیم وجحیم کا مشاہدہ، پھر نفخ صور اور دوبارہ زندگی، میدان محشر کی حاضری، حساب وکتاب، سوال وجواب اور عذاب ثواب، بہرحال ہر میدان میں ایک ایک مرحلہ اور مختلف احوال کا ایک سلسلہ ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کے ہر دور میں مختلف مدارج درپیش ہیں جن میں سے انسان کو گزرنا ہے۔ کسی کو اس سے مفر نہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

یعنی الشدائد والاھوال والموت ثم البعث ثم العرض۔ (عمرو بن دینار)

طبقاً عن طبق سے مراد یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں مشقتوں اور ہولناکیوں سے عمر بھر سابقہ ہے اس کے بعد موت ہے۔ پھر دوبارہ اٹھنا ہے، پھر دربار الٰہی میں پیش ہونا ہے۔

طبق سے مراد بیس سال حضرت مکحول نے فرمایا:۔ تکونون فی کل عشرین سنۃ علی حال لم تکونوا علی مثلھا۔ (نعیم بن حماد، ابونعیم، ومثلہ ابن ابی حاتم، ابن المنذر) "ہر بیس سال میں تم ایک ایسی حالت میں رہو گے کہ اس سے پہلے تم اس حالت پر نہ تھے"۔ چنانچہ ہمارے اسی عہد میں جنگ جرمنی ہوئی جس سے دنیا کا نقشہ بدل گیا۔ پھر بیس سال گزرنے پر عالمگیر جنگ سے سابقہ رہا۔ اس کے بعد حالات کچھ اور پلٹا کھا گئے۔ اب اس پر بھی بیس سال

گزر رہے ہیں اور جنگ کے بادل سروں پر منڈلا رہے ہیں ۔ ایسے ہی انقلابات پہلے بھی آتے رہے ہیں اور آئندہ بھی آئیں گے ۔ اس اعتبار سے " طبقا عن طبق " کے معنی مراد " بیس سال " ہوئے ۔ " طبق " کے ایک معنی قاموس میں یہ بھی لکھے ہیں ۔

طبق سے مراد ایک صدی بعض مفسرین نے طبق سے " قرن " مراد لیا ہے یعنی ایک صدی ۔ اور اس پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے استدلال کیا ہے جو آپ نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدحیہ قصیدے میں فرمایا ہے : ـــ

وانت لما ولدت اشرقت الار ض وضاءت بنورك الافق

تنقل من صلب الی رحم اذا مضی عالم بدا طبق

(اے نبی اکرمؐ !) اور جب آپ کی ولادت باسعادت عمل میں آئی تو بسیط زمین اور تمام آفاق آپ کے نور مبارک سے چمک اٹھے اور روشن ہو گئے ۔ آپ اصلاب شریفہ طیبہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے ۔ ایک قرن گزرا تو دوسرے قرن کا آغاز ہوا " یہاں حضرت عباسؓ کی مراد طبق سے " قرن " یعنی ایک صدی ہے ۔ اب آیۂ کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ تم ایک ایک صدی میں ایک ایک حالت پر پہنچتے رہو گے ۔ اور یہ خطاب نوع انسان سے قرار پائیگا ۔

حضورِ اکرم کی ترقی مدارج حضرت ابن عباسؓ لتركبن فتح با سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے :۔ حالا بعد حال قال هذا نبيكم صلى الله عليه وسلم (بخاری)

آیۂ کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے نبی کریم! آپ ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچتے رہیں گے۔" احوال عام ہیں خواہ احوال شدت مراد ہوں جو قوم کی طرف سے مصائب وآلام پہنچتے رہے یا اللہ سبحانہ کا وعدۂ فتح ونصرت اور قرب کے مدارج ومنازل جو طے ہوتے رہے۔ چنانچہ حضور اکرم نے فرمایا:۔

لى مع الله وقت لا يسعنى فيه ملك مقرب ولا نبيّ مرسل۔ مجھ پر اللہ سبحانہ کے ساتھ ایک ایسا وقت خاص بھی آیا کرتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی۔

معراج شریف کی بشارت نیز حضرت عباسؓ کی ایک حدیث یہ ہے :۔

يا محمد السمآء طبقاً بعد طبق۔ (طیالسی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، طبرانی) اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ایک ایک آسمان پر درجہ بدرجہ چڑھتے جائیں گے۔"

امام شعبی اور مجاہد فرماتے ہیں :۔ لتركبن يا محمد سمآء بعد سمآء (عبد بن حمید، ابن ابی حاتم) اے محمد! آپ ایک ایک آسمان پر یکے بعد دیگرے چڑھتے جائیں گے۔" گویا اس آیۂ کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور پیشین گوئی معراج شریف کی

بشارت دی جارہی ہے۔جس کا بیان سورۂ اسراء اور والنجم کی تفسیر میں گزرچکا۔یہ
تفسیر لترکبُنّ کو فتح باء کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں ہے اور یہ قراءت حضرت عبداللہ
ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہے۔مگر فرق یہ ہے کہ
لترکبُنّ سے حضرت حبر الامہ ابن عباسؓ کی قراءت میں صیغہ واحد مذکر حاضر مراد لیا گیا ہے
اور خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔اور حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت
میں صیغہ واحد مونث غائب مراد ہے۔اور آسمانوں کے تغیرات مراد لئے گئے ہیں۔شفق
اور چاند اور رات کی مناسبت سے۔

طبقاتِ سماء اور ان کے تغیرات

چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ یعنی السماء تنفطر
ثم تنشق ثم تحمر (سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم)
وقال السماء تکون الوانا تکون کالمھل وتکون وردۃ کالدھان وتکون
واھیۃ وتنشق فیکون حالا بعد حال۔ (بیہقی) لترکبن طبقا عن طبق
سے مراد یہ ہے کہ قرب قیامت میں آسمانوں میں شگاف پڑجائے گا۔پھر وہ پھٹ جائیں گے۔
پھر وہ سرخ ہوجائیں گے" نیز یہ بھی فرمایا کہ آسمان بھی کئی رنگ بدلیں گے۔کبھی تو پگھلے
ہوئے تانبے کی طرح کبھی گلابی چمکتے ہوئے اور کبھی بودا (کمزور) ہوکر پھٹ جائیں گے۔
بہرحال ایک حالت جاکر دوسری حالت آتی جائے گی"۔ یعنی جس طرح شفق کبھی سرخ

اور کبھی سپید ہوتی ہے۔ اور چاند بھی ہلالی صورت سے بدر کامل بنتا جاتا ہے اور رات کی تاریکی بڑھتی بڑھتی تمام چیزوں پر چھا جاتی ہے۔ آسمان پر بھی تغیر و انقلاب کا دور دورہ ہوگا۔

احوال امت حضرت ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ لترکبن سنن من کان قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو ان احدھم دخل جحر ضب لدخلتم وحتی لو ان احدھم جامع امرأته بالطریق لفعلتموہ۔ (حاکم بروایت صحیحہ ونحوہ عن ابی سعید الخدری (بخاری))

تم سے پیشتر جو قومیں تھیں، تم بھی ان کی چال ضرور چلو گے۔ بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گھوڑ پھوڑ کی بل میں گھسا ہوگا تو تم بھی اس میں گھسو گے اور اگر ان میں سے کسی نے سر راہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا تھا تو تم بھی ہوگے"۔ موجودہ دور پر نظر کیجئے اور دیکھئے کہ عالم اسلامی کا رُخ کدھر ہے اور وہ کس کی چال چل رہا ہے، مسلمانوں کا ایک دین تہذیب، اخلاق اور ثقافت ہے۔ با ایں ہمہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی تہذیب و ثقافت وغیرہ سے کچھ تعلق نہیں۔ کھوئے ہوئے نظر آتے ہیں اور ہر سمت دیوانہ وار رواں دواں ہیں۔ ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

4-20
4-21

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۙ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ پھر کیا ہوا ہے ان کو جو یقین نہیں لاتے، اور جب پڑھے ان کے پاس قرآن تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔"

لا یؤمنون کی تفسیر یعنی جب ہمیں روزانہ دکھائی دیتا ہے کہ آفتاب غروب ہو رہا ہے اور شفق نمودار ہوتی ہے، پھر اس کا حال یکساں نہیں رہتا پہلے افق مغرب سرخ ہوتا پھر تھوڑی ہی دیر میں سپیدی پھیل جاتی ہے، پھر یہ سپیدی بھی غائب ہو کر سیاہی چھا جاتی ہے۔ پھر شام جا کر رات آتی ہے تو اپنا سامان ساتھ لاتی ہے۔ اسیطرح چاند پہلی رات میں ہلال بن کر نمودار ہوتا ہے پھر ترقی کر کر کے بدر کامل بنتا ہے تو اس سے ہر سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آج ہم جس حالت میں ہیں یہ بھی ہمیشہ باقی نہیں رہیگی ضرور اس میں تغیر ہوگا۔ اب تقاضائے عقل و دانش یہ ہے کہ اس تغیر کا رخ ترقی کی طرف مائل ہو جس طرح ہلال بڑھتے بڑھتے بدر کامل بنتا ہے۔ مگر ان کفار مکہ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ تمام باتیں جانتے ہوئے بھی ایمان نہیں لاتے ہیں، وہی اپنی گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں۔ اپنی عقل و دانش سے ذرا بھی کام لیتے اگر سمجھ بوجھ سے روزانہ کے ان تغیرات پر غور کرتے تو اصلاح حال کا خیال ہوتا اور ترقی کی راہ سوجھتی۔ اچھے برے کی تمیز کرتے۔ نیک بننے اور نیکی کو پھیلانے کی تدبیر کرتے مگر ان لوگوں کا معاملہ ہی الٹا ہے

نہ وقت کی قدر نہ ترقی کی فکر' بس یوں ہی صبح و شام اپنی اوقات ضائع کر رہے ہیں اور تنزل کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔

واذا قرئ کی تفسیر خیر ان دلائل آفاق سے کام نہ لیا اور عقل و دانش کو اس طرف متوجہ نہ کیا۔ کم از کم یہ تو کیا ہوتا کہ قرآن کریم جو ان کو روزانہ صبح و شام اور وقت بوقت سنایا جا رہا ہے اس کو سن کر ہی اصلاح حال کی طرف مائل ہوتے۔ قرآن کریم تو وہ کلام مبین ہے جس کی عبارت پر بڑے بڑے فصحاء و بلغاء سر دھنتے اور جس کے مضامین پر اعلیٰ درجہ کے مفکر کان دھرتے اور جس کی حکمتوں پر حکماء و فلاسفہ عش عش کرتے اور جس کے احکام پر ماہران قانون اپنی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔ رہے اہل ایمان وہ تو اس کی آیات بینات سن کر سجدہ ریز ہوتے اور اہل عرفان اس پر جان دیتے ہیں۔ مگر اہل مکہ کو کیا ہو گیا کہ ان کو کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا۔ اور اگر ان کو قرآن کریم پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے آگے نہ کان دھرتے ہیں نہ سر جھکاتے ہیں اور نہ اپنی عاجزی اور کوتاہی کا اظہار کرتے ہیں۔

سورۂ انشقاق کا سجدہ حضرت ابو رافع کہتے ہیں:۔ صلیت مع ابی ھریرۃ العتمۃ فقرأ اذا السماء انشقت فسجد فقلت له فقال سجدت خلف ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم فلا ازال اسجد فیھا حتی القاہ۔

(ابن ابی شیبہ بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ابن مردویہ) میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھی۔ انھوں نے نماز میں سورۂ اذا السمآء انشقت پڑھا اور (اس آیۂ کریمہ پر) سجدہ بھی کیا تو میں نے اس کا سبب دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے (اس سورت اور اس آیت پر) سجدہ کیا ہے لہٰذا میں اس سورت شریفہ میں (حوضِ کوثر پر) آپ سے ملاقات کرنے تک برابر سجدہ کرتا رہوں گا۔" حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بھی فرمایا:۔ سجدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السمآء انشقت واقرأ باسم ربک۔ (ابن ابی شیبہ مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن مردویہ) حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم نے اذا السمآء انشقت اور اقرأ باسم ربک میں سجدہ کیا ہے"۔ حضرت صفوان بن عسّالؓ فرماتے ہیں:۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی اذا السمآء انشقت۔ (بغوی طبرانی) حضور رسول دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذا السمآء انشقت میں سجدہ ادا فرمایا" اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں:۔ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی اذا السمآء انشقت عشر مرات (بزار) میں حضور رسول انس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دس دفعہ دیکھا کہ آپ نے اذا السمآء انشقت میں سجدہ ادا فرمایا"۔

اقوال ائمہ دربارہ سجدۂ انشقاق

اس آیۂ کریمہ کی بنا پر جس میں سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے سجدۂ تلاوت کو واجب قرار دیا ہے اور ان احادیث شریفہ کی بموجب سورۂ اذا السماء انشقت میں سجدہ عند الاحناف واجب ہے۔ اور حضرت امام شافعیؒ کے پاس سنت ہے۔ اور حضرت امام مالکؒ کے پاس یہاں سجدہ نہیں ہے بلکہ ختم سورت پر سجدہ کرے اور ائمہ ثلاثہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی اور ہمارے امام سیدنا امام احمد حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک لا یسجدون پر سجدہ کرنا چاہیے سری نمازوں میں آیت سجدہ پڑھنا امام کے لئے حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ ہے منفرد پڑھ سکتا ہے۔ اور حضرت سیدنا امام احمد نے فرمایا کہ امام نے اگر سری نماز میں آیۂ سجدہ پڑھی بھی تو سجدہ نہ کرے البتہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سری نمازوں میں بھی آیۃ سجدہ پڑھ سکتے ہیں اور سجدہ بھی کرنا چاہیے۔ ہر ایک کے دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ یہاں ان کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔

84-22
84-23
22. بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ 23. وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ

بلکہ جو کافر ہوئے وہ جھٹلاتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جس کو انھوں نے چھپا رکھا ہے۔

یُکَذِّبُوْنَ کی تفسیر یعنی قرآن کریم کی تلاوت کے آثار جو اہل کمال پر مترتب ہوتے ہیں اس کا حال اوپر بیان ہو چکا۔ رہے مکہ کے جاہل کافر یہ اس کلام پاک کی تصدیق تک نہیں کرتے بلکہ یہ کفار اس کو جھٹلاتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام نہیں کوئی کہتا ہے کہ رسول خود اس کو ترتیب دیتے اور اس کو اللہ کا کلام مشہور کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ چالیس سال کی عمر شریف ہونے تک کوئی غلط بات زبان مبارک پر کبھی نہیں آئی۔ اور آپ کی صداقت و راستبازی کو ہر معاملہ میں دیکھ دیکھ کر اور بار بار تجربہ کر کے آپ کو امین کا لقب دے رکھا تھا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عقل سلیم پیدا ہونے کے زمانے میں کوئی غلط کلمہ آپ سے صادر ہو۔ کوئی کہتا کہ فلاں ایرانی سے لکھا لاتے ہیں اور اس کے کلام اللہ ہونے کی شہرت دے دیتے ہیں۔ حالانکہ ایرانی کی زبان عجمی اور کلام پاک خالص عربی اور عربی بھی عربی مبین۔ بھلا ایک عجمی کو اس پر دسترس کہاں۔ یہ تمام باتیں محض از راہ شرارت اور کفر و عناد کی بنا پر کر رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ کی تفسیر یہاں تک تو ان کی بکواس ہے۔ اور ان کے دلوں میں جو کفر و عناد بھرا ہوا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے دوسری جگہ فرمایا۔ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر

ان کا بغض و عناد' ان کی زبانوں سے ظاہر ہو چکا کہ جو منہ کو آیا کہہ دیا اور جو جو چیزیں ان کے دلوں میں چھپی ہوئی ہیں ان کا بغض و عناد تو اس سے بھی کہیں بڑھا چڑھا ہے۔" اسی مضمون کو یہاں بیان فرمایا جا رہا ہے:۔ واللہ اعلم بما یوعون اپنے وعاءِ قلب میں جو کچھ چھپائے رکھا ہے اللہ سبحانہ کو خوب معلوم ہے "صرف وقت کا انتظار ہے۔ جب وہ وقت آجائے گا تو ان کی خوب خبر لی جائے گی۔ کہی ہوئی باتوں کی بھی اور دل میں چھپائی ہوئی دشمنی اور عداوت کی بھی۔

بِمَا يُوعُونَ کی تفسیر | بما یوعون کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بما یسترون۔ (ابن ابی حاتم' ابن المنذر) جس کو وہ راز میں رکھتے ہیں" اور حضرت قتادہؓ نے فرمایا۔ بما یکتمون۔ (عبدالرزاق) چھپاتے ہیں" یعنے یہ کفار اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دلوں میں جو منصوبے چھپائے رکھتے ہیں' ان کو اللہ سبحانہ خوب جانتا ہے۔ یا یہ کہ کافر دنیا میں بدعملی کا شکار ہو کر جن جن معاصی کا ارتکاب کیے جا رہے ہیں در اصل ان اعمال سے اپنے اعمال نامے پُر کرتے جا رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ ان سے خوب واقف ہے۔ جب وقت آئے گا تو ایک ایک کر کے ان کے تمام اعمال کی جزا دی جائے گی۔ چنانچہ آگے ارشاد ہو رہا ہے:۔

84-24
84-25

24. فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ 25. إلا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

۸۴ : ۲۴ ، ۲۵

لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ پس (اے نبی!) آپ ان کو خبر سنا دیجئے دردناک

عذاب کی، مگر جو لوگ یقین کئے (ایمان لائے) اور عمل کئے نیک انکو ثواب ہے بے انتہا۔

فَبَشِّرْهُمْ کی تفسیر یعنی ان کافروں کو آخرت میں دردناک عذاب ہوتا رہیگا

لہذا اس کی خبر ان کو سنا دیجئے۔ عذاب کی خبر سنانے کی تعبیر لفظ بَشِّرْ سے جو بشارت

سے مشتق ہے اس لئے فرمائی گئی کہ بشارت کا استعمال عام طور پر خوشی اور مسرت

کی خبر سنانے کے موقع پر کیا جاتا ہے لیکن بشارت کے اصل معنی ایسی خبر سنانا ہے جس کے

سننے سے انسان کے بشرے پر اس کے آثار مترتب ہوں۔ خوشی کی خبر ہو تو خوشی اور

مسرت کے آثار نمایاں ہوں اور تکلیف و رنج کی خبر ہو تو رنج کے آثار دکھائی دیں

یا یہ کہ کفار اپنے کافرانہ اعمال چونکہ خوش ہو ہو کر کیا کرتے تھے اسلئے اے نبی کریم!

آپ بھی ان کو دردناک عذاب کی خبر خوشی کے ساتھ سنا دیجئے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے

کہ یہاں یہ کلمہ جزا کے موقع پر استعمال ہوا ہے کافروں کی ہتک اور ان کی تذلیل

کے لئے۔ گویا یوں کہنا منظور ہے کہ عالم آخرت میں جہاں نیکوکاروں کو ان کے اعمال

حسنہ کی بہترین جزا ملنے والی ہے۔ کافروں کے لئے بہترین جزا دردناک عذاب ہے

جو ان کے اعمال کے عین مطابق ہے۔ برے اعمال اور بری جزا۔

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کی تفسیر | اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۔ مگر جو لوگ اللہ سبحانہ کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لائے اور دکھائی ہوئی راہ پر چلتے رہے اور دنیا میں نیک کاموں میں لگے رہے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔ غیر ممنون کے معنی حضرت قتادہؒ نے یہ بیان فرمائے :۔ غیر محسوب (عبدالرزاق) بے حساب ؛" یعنی ان کا عمل اگرچہ محدود اور معدود و محسوب تھوڑا سا ہو لیکن ان کو اجر بے حساب ملیگا" یہ اللہ سبحانہ کا فضل ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا :۔ غیر منقوص۔ (طبری) یعنی اجر مقررہ میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی" بعض مفسرین نے یوں لکھا :۔ غیر مقطوع۔ یعنی کبھی ثواب ختم نہ ہوگا" یہ تفسیر اس بنا پر کہ منّ کے معنی لغت میں قطع کے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان دنیا میں نیک کام کرتا رہے گو وہ اس کو مدت العمر جاری رکھے لیکن دنیا دو روزہ ہے لہذا اس کی موت کے ساتھ اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا فانی ہے۔ اور اس کا اجر آخرت میں جو ملیگا وہ دائمی ہوگا کیونکہ آخرت کی کوئی انتہا نہیں۔ غیر منقوص کا مطلب بھی یہی ہوا کہ ثواب ختم ہونا تو درکنار۔ اس میں کبھی کمی بھی نہ ہوگی۔ اور بعض مفسرین کرام نے ممنون کو منّۃ یعنی احسان جتانے کے معنی میں لیا ہے۔ اس اعتبار سے معنی یہ ہونگے کہ تھوڑے سے عمل کی جزا اس سے کہیں زیادہ بغیر کسی کمی کے دائمی طور پر دیجانے کے علاوہ وہ

لطف خاص یہ ہوگا کہ اس پر احسان جتایا نہ جائیگا۔ کیونکہ احسان جتانے سے بعض وقت انسان منقبض ہوتا ہے جنت میں جو جزا بطور فضل و احسان ہوگی، جنتیوں پر کبھی اس کی منت نہیں رکھی جائیگی۔ تاکہ اہل جنت کا عیش مکدر اور ان کی طبیعت منقبض نہ ہونے پائے۔

سوره إنشقاق ی تفسیر پاک ختم ہوئی۔ الحمد للہ والمنہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

—— یوم عاشوراء ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ۔ سہ شنبہ ——
